© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین

اداریہ!

منصب افتاء جس قدر پروقار ہے اتنی ہی یہ ذمہ داری نازک بھی ہے۔ اس منصب کے کچھ اپنے تقاضے ہیں...... ثقاہت علمی...... اور عدالت و دیانتداری کے ساتھ ساتھ ایک مفتی کا دور اندیش اور زیرک ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔ پاکستان کے تقریباً تمام شہروں اور دیہاتوں میں نامور مفتیانِ کرام کی ایک بڑی تعداد بحمداللہ فریضہ افتاء کی ادائیگی میں مصروف ہے اور اہلیانِ پاکستان دینی معاملات میں مفتی کی رائے (فتویٰ) کو ہی حتمی سمجھتے ہیں۔

تاہم ایک افسوسناک صورتحال یہ بھی ہے کہ اصحابِ علم وفضل اور نامی گرامی مفتی صاحبان کے علاوہ ایسے افراد کی بھی ہمارے ہاں کمی نہیں جو محض نام ونمود کی غرض سے اپنے نام کے ساتھ مفتی کا سابقہ لاحقہ بڑے طمطراق سے استعمال کرتے ہیں اگرچہ وہ اس علمی وفقہی معیار پر کسی طور پر پورے نہ اترتے ہوں جو مفتی کے لئے درکار ہے۔ چنانچہ گلی محلوں میں اس طرح کے مفتیوں کی کمی نہیں جو محض اپنے قد کاٹھ، ڈیل ڈول، وضع قطع اور جبہ ودستار کے بل بوتے پر مفتی کے درجہ پر فائز ہیں۔ اس طرح کے مفتی حضرات عموماً بڑے سوشل (Social) اور جذبہ افہام وتفہیم (Compromising Mind) کے حامل ہوتے ہیں اور علاقہ میں ان کا اثر ورسوخ بھی ان کی انہی خوبیوں کی بناء پر ہوتا ہے۔ دینی مسائل میں ان کے ہاں خاصی لچک پائی جاتی ہے اور اختلافی مسائل میں ان کی رائے کا ایک اہم اصول یہ کہ صاحب ''ایک روایت میں یوں بھی آتا ہے''۔

چونکہ بدقسمتی سے ہمارے ہاں عامۃ الناس دیگر شرعی مسائل کی طرح ''منصبِ مفتی'' کے لئے بھی بنیادی شرائط اہلیت تک سے واقف وآگاہ نہیں۔ اس لئے وہ ہر ''دعویدارِ مفتی'' اور ہر ''امیدوارِ منصبِ افتاء'' کو محض اس کے دعویٰ کی بنیاد پر مفتی تسلیم کرتے ہوئے اس سے شرعی مسائل میں رجوع کرنے لگتے ہیں اور پھر جب اس کی دی ہوئی رائے (فتویٰ) کو دیگر علماء سے تصدیق کے وقت مطابق شریعت نہیں پاتے تو وہ دین اور علماء دین کے خلاف منفی رجحانات کا شکار ہو کر اصل مفتیانِ کرام اور مراکزِ علم وعرفاں سے دور ہو جاتے ہیں۔

☆ اذا کان رب البیت بالدف مولعا ..... فشیمۃ اھل البیت کلھم رقص ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اگر چہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں تاہم ......حضرات گرامی...... آپ میری اس بات کی تائید کریں گے کہ پاکستان میں کچھ لوگ حادثاتی طور پر بھی مفتی بن گئے ہیں۔ مثلاً کسی دینی ادارہ کے سربراہ کا انتقال ہوا جو واقعی مفتی تھے تو اب ان کا انتظامی جانشین بھی اہلیت کے تقاضے پورے کئے بغیر منصب افتاء پر براجمان ہوگیا۔

امام مالک کہتے ہیں کہ کسی عالم کو اس وقت تک فتویٰ دینے کا اختیار نہیں جب تک اہل علم، اسے اس لائق قرار نہ دیں۔ امام دارالہجرۃ امام مالک خود اپنے بارے میں کہتے ہیں میں نے اس وقت تک فتویٰ دینا شروع نہیں کیا جب تک کہ ستر (۷۰) جید علماء نے اس بات کی توثیق نہیں کی کہ میں اس کی صلاحیت رکھتا ہوں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی تحریر ایسی نہیں ملتی جس میں انہوں نے خود کو مفتی ظاہر کیا ہو۔

اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لئے کہ اسلام میں کار افتاء کا آغاز کب اور کیسے ہوا؟ ہم قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں جو بالاجماع فقہ اسلامی کا مرجع اول ہے۔

قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ اس نے دیگر اوصاف کے علاوہ سابقون الاولون کے ان سوالات کو بھی محفوظ رکھا ہے جو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم دین کے سلسلہ میں کیا کرتے تھے۔ ان سوالات کی حفاظت اس لئے بھی ممکن ہوئی کہ یہ نزول وحی کا زمانہ تھا اور احکام شرعیہ کے بارے میں استفسارات یا بیان شدہ احکامات کی تشریح وتوضیح کے سلسلہ میں سوالات کے جوابات بذریعہ وحی دیئے جاتے تھے۔ اکثر و بیشتر اس قسم کے استفسارات کے لئے جو صیغہ قرآن نے استعمال کیا ہے وہ ''سوال'' کا ہے اور بسا اوقات لفظ ''استفسار'' استعمال ہوا ہے جس کے معنی ''طلب فتویٰ'' ہیں۔ اس قسم کے بعض سوالات سورۃ بقرہ میں ہیں جن کی تعداد سات ہے۔ (۱) ایک سوال سورۃ مائدہ، ایک سورۃ انفال اور دو سورۃ النساء میں ہیں۔ (۲، ۳، ۴) مثلاً

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى......الخ

وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَاءِ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ......الخ

یہ تو سوالات واستفسارات کی وہ قسم ہے جو اہل ایمان کی طرف سے کئے گئے یا تعلیم وفہم دین کی خاطر تھے اور جن کے پیچھے جذبہ مثبتہ (Positive Thinking) کارفرما تھا۔ جبکہ استفسارات کی دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق اعداء اسلام سے ہے، ایسے استفسارات ہمارا موضوع

☆ اگر زباغ رعیت ملک خورد سیبی ...... برآورند غلامان او درخت از بیخ ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بحث نہیں کیونکہ ان کا مقصد حقائق دین جاننا ہرگز نہ تھا بلکہ غرض دین میں جدال وفساد اور خواہ مخواہ کی بحث وتکرار پیدا کرنا تھا تاکہ لوگوں بالخصوص نومسلموں کے ذہن کو پراگندہ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پریشان کیا جاسکے۔ ایسے استفسارات کی مثال:

وَ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الرُّوْحِ . قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (۵) ہے۔

جہاں قرآن کریم نے دینی نوعیت کے ایسے استفسارات جو صیغہ سوال سے شروع ہوتے ہیں انہیں محفوظ کیا وہیں سنت رسول ﷺ نے ایسے متعدد استفسارات کی حفاظت کا بندوبست کر دیا جن میں صیغہ استفتاء یا افتاء کا استعمال زبان رسالت یا کلام صحابہ وتابعین سے ثابت ہے۔ اس قسم کے استفسارات کتب صحاح' اور سنن ومسانید میں بکثرت موجود ہیں۔ چنانچہ اسی نہج پر چلتے ہوئے **سلف صالحین کی اتباع میں مسلمانوں کے ہاں استفتاء وافتاء کی سنت جاری ہوئی اور اس کیلئے لفظ فتویٰ کا استعمال عام ہوا...... چنانچہ ہر دینی معاملہ وشرعی استفسار...... استفتاء یا فتویٰ کہلایا...... اسی نے اسلامی دنیا میں دارالافتاء اور منصب مفتی کی ضرورت کو اجاگر کیا......**

اصطلاح فقہاء میں فتویٰ کے معنی کسی شرعی مسئلہ میں مستفتی کو اس پر عمل کا پابند کئے بغیر حکم شرعی کو بیان کر دینا ہے اور استفتاء کا جواب مفتی کی جانب سے زبانی ہوگا الا یہ کہ سائل تحریری سوال کرے اور اس کا تحریری جواب چاہے۔

چونکہ دینی امور میں غیر محتاط فتویٰ کے بسا اوقات بہت زیادہ منفی اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔ اس لئے مختلف مذاہب فقہ کے علماء نے فتویٰ نویسی یا ''افتاء'' کو مربوط ومنضبط بنانے کو خصوصی اہمیت دی ہے۔ اور اس کے لئے باقاعدہ قواعد وضوابط مقرر کیے ہیں جن کا لحاظ رکھنا اور ان سے غفلت نہ برتنا مفتی کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ تاکہ اس شعبہ کو بازیچہ اطفال نہ بنالیا جائے۔ ایسے لوگ جو اس منصب کے اہل نہ ہوں انہیں اس منصب کے وقار کی پامالی کا باعث نہ بننا چاہئے اور اہل ہوا وہوس کو اسے اپنی خواہشات کا تختہ مشق نہ بنانا چاہئے تاکہ ''افتاء'' مذاق بن کر نہ رہ جائے۔

منصب مفتی کے حوالہ سے یہ سوال بھی اہم ہے کہ کار افتاء کی ذمہ داری کس پر ڈالی جائے؟ اور مفتی کا تقرر کون کرے ریاست یا علماء اعلام یا عوام کالانعام؟

امام مالکؒ کہتے ہیں کہ کسی عالم کو اس وقت تک فتویٰ دینے کا اختیار نہیں جب تک اہل علم، اسے اس لائق قرار نہ دیں۔ یعنی اس کی اہلیت پر علماء صاد کریں اور وہ خود بھی اپنے آپ کو اس قابل

☆اذا مت عطشانا فلا نزل القطر ...... [illegible] ب!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سمجھتا ہو (۹) امام دارالہجرۃ امام مالک خود اپنے بارے میں کہتے ہیں میں نے اس وقت تک فتویٰ دینا شروع نہیں کیا جب تک کہ ستر (۷۰) جید علماء نے اس بات کی توثیق نہیں کی کہ میں اس کی صلاحیت رکھتا ہوں۔(۱۰)

المازری کہتے ہیں۔"قاضی کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی کو مفتی مقرر کرے بلکہ فقہاء ہی کسی کو یہ منصب سونپ سکتے ہیں۔(۱۱)

خطیب بغدادی کہتے ہیں امام (حاکم) کو چاہیئے کہ وہ مفتیوں کے ذاتی کردار کی اور علمی حیثیت کی چھان بین کرے پھر جسے اس قابل پائے اس کا تقرر کرے اور جس میں یہ صلاحیت نہ پائے اسے معزول کردے بلکہ اس کو ڈرا بھی دے کہ بلا اہلیت وہ اس منصب تک دوبارہ پہنچا تو اسے سزا دی جائے گی رہا مسئلہ یہ کہ امام (حاکم) کس طرح صحیح مفتی کا انتخاب کرے تو اس کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ وہ ہم عصر علماء سے دریافت کرے اور ان میں سے ثقہ علماء کی رائے کو اختیار کرے۔"(۱۲)

ابوالفرج ابن جوزی کہتے ہیں کہ ایسے لوگ جو فتویٰ دینے کے اہل نہ ہوں مگر مفتی بن بیٹھیں ان کے ساتھ وہی کرنا چاہیئے جو بنو امیہ نے کیا کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں جنہیں خود تو راستہ معلوم نہیں مگر سواروں کو راستہ و منزل بتاتے ہیں یا ان کی مثال ان لوگوں کی سی ہے، جنہیں طب کی ابجد تک معلوم نہیں مگر معالج بنے بیٹھے ہیں۔ بلکہ خود ساختہ مفتی تو ان تمام قسم کے لوگوں سے خطرناک ہے اور جب ایک ایسے شخص کو علاج کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی جو ماہر طبیب نہ ہو بلکہ صرف (اتائی) عطائی ہو تو پھر کسی ایسے شخص کو "افتاء" کی اجازت دینا جو کتاب و سنت کا عالم اور فقیہ نہ ہو سراسر ظلم و زیادتی ہے۔

اس موقف کی تائید اس حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بھی ہوتی ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں کہ:

> اللہ تعالیٰ علم کو یوں نہیں اٹھائے گا کہ علم ہی اچک لیا جائے بلکہ علم اس طرح اٹھایا جائے گا کہ کوئی عالم نہ رہے گا اور لوگ جاہلوں کو اپنا سردار بنانے لگیں گے جو بغیر علم کے لوگوں کے استفسارات کا جواب اور استفسارات پر فتویٰ جاری کرنے لگیں گے چنانچہ یہ خود گمراہ ہیں اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

حافظ ابن حجر نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ افتاء میں حقیقتاً سرداری ہے اور اس حدیث سے انہوں نے جاہل مفتیوں کی مذمت پر استدلال کیا ہے۔ بعض مشائخ کے بارے میں

☆......پس از من گو جہان را آب گیرد......☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مشہور ہے کہ وہ جاہل قسم کے مفتیوں پر سخت برہم ہوتے یہاں تک کہ کسی نے ابن قیم سے از راہ تمسخر کہہ دیا کہ کیا آپ مفتیوں کے محتسب ہیں؟ اس پر انہوں نے کہا، کیوں نہیں؟ اگر روٹی پکانے والوں اور باورچیوں پر محتسب مقرر ہوسکتا ہے تو مفتیوں پر محتسب کیوں نہیں ہوسکتا۔ (۱۳)

مفتی کا منصب امور دین میں ایک اہم منصب اور حساس اجتماعی فریضہ اور سوشل ذمہ داری ہے جس سے عہدہ برآ ہونے کے لئے حقیقی استعداد اور ظاہری و باطنی صفات سے متصف ہونا لازمی ہے۔

۱۔ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اعلیٰ کردار کا مالک اور فسق و فجور کا باعث بننے والے امور سے کلیتاً مجتنب ہو۔

۲۔ عوام الناس کے نزدیک اس کی شہرت عمدہ ہو، حق پر ثابت قدم رہنے والا اور نرمی کے موقع پر نرمی اور سختی کے موقع پر سختی کرنے والا ہو۔

۳۔ بارعب اور پروقار شخصیت کا مالک ہو۔

۴۔ صاحب بصیرت، سلیم العقل اور استنباط مسائل میں حسن تصرف کا مالک ہو۔

۵۔ لوگوں کے احوال سے واقف ہو اور ان کے مکر و فریب کو جانتا ہو تا کہ حق و باطل کی تمیز کر سکے اور ظالم و مظلوم کو پہچان سکے۔

۶۔ وہ صرف اپنے ہی علم پر تکیہ کرنے والا نہ ہو بلکہ اپنے ہم مجلسوں سے مشورہ بھی کرتا ہو اگر چہ اس کے ہم مجلس اس سے علم میں نسبتاً کم ہوں۔ کیونکہ عین ممکن ہے کہ اس طرح کوئی ایسی صورت اس پر ظاہر ہو جائے جو اس وقت اس کے ذہن سے اوجھل ہو اور مشورہ کر لینا سلف صالحین کی اتباع بھی ہے۔ ماسوا ان امور کے جن کا پوشیدہ رکھنا مطلوب ہو یا جن کے افشاء سے فساد کا خطرہ ہو یا آداب معاشرت کے خلاف لازم آتا ہو۔

۷۔ اسے اپنے علم اور مفتی کے اعلیٰ منصب پر فائز ہونے کا گھمنڈ نہ ہو بلکہ وہ امور مسئولہ میں اللہ علیم و خبیر سے مدد و نصرت کا طلبگار رہے اور یہ التجا کرتا رہے کہ رب کریم اسے مسئلہ کے صحیح ترین حل تک پہنچنے میں رہنمائی فرمائے۔ ابن قیم کہتے ہیں وہ جب بھی اللہ کے دروازے پر دستک دے گا تو گویا توفیق کا دروازہ کھٹکھٹائے گا۔ (۲۳)

۸۔ لباس و پوشاک میں نظامت پسند ہو۔ کبھی بھی غیر شرعی وضع قطع کے ساتھ گھر سے نہ نکلے۔ القرافی کہتے ہیں کہ عامۃ الناس ظاہری شکل و صورت، وضع قطع کا بہت اثر لیتے ہیں اور اگر مفتی کا وقار و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

احترام ان کے دل میں نہ ہوگا تو وہ نہ تو اس کے فتاویٰ کو اہمیت دیں گے اور نہ شرعی مسائل کے سلسلے میں اس سے رجوع ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایک ایسے قاری کو پسند کرتا ہوں جو سفید لباس میں ملبوس ہوتا کہ وہ لوگوں کی نظروں میں باوقار ٹھہرے اور یوں جو کچھ علوم حقہ میں سے اس کے پاس ہے اس کی بھی قدر و منزلت ہو۔ (۲۴)

حافظ ابوبکر خطیب بغدادی نے اپنی کتاب الفقیہ میں لکھا ہے کہ "حاکم کو چاہئے کہ وہ تدریس فقہ اور منصب افتاء پر فائز اشخاص کے وظیفہ کا انتظام کرے تا کہ انہیں اپنی ضروریات کے لئے کوئی کاروبار نہ کرنا پڑے۔ مفتی کا وظیفہ بیت المال سے مقرر کیا جانا چاہئے۔" پھر خطیب بغدادی نے اپنی سند سے ایک روایت نقل کی ہے کہتے ہیں کہ "حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قسم کی خدمات انجام دینے والے ہر شخص کو سو (۱۰۰) دینار سالانہ وظیفہ دیا کرتے تھے۔ (۳۸)

مفتی کی اخلاقی اور ادبی ذمہ داری سے کسی کو اختلاف نہیں کیونکہ فتویٰ دراصل اللہ اور اس کے رسول ی طرف سے تبلیغ پیغام ہے۔ اس سلسلہ میں مفتی کی ذمہ داری انتہائی اہم ہے۔ کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بولتا ہے۔ جب وہ یہ کہتا ہے کہ اللہ نے یوں حکم دیا ہے یا اس طرح منع کیا ہے یا اللہ نے یوں واجب قرار دیا ہے اور یوں حرام ٹھہرایا ہے۔ (۷۰) اسی بنیاد پر ابن القیم نے اپنی معروف کتاب فتویٰ وقضاء کا نام "اعلام الموقعین عن رب العالمین" رکھا ہے۔

المازری نے کہا کہ:

> "مفتی کے فتوے سے (جبکہ وہ مجتہد نہ ہو) اگر کوئی نقصان ہو جائے تو حاکم کو چاہئے کہ وہ اس کو تنبیہ کرے اور وہ نقصان کا ضامن بھی ہوگا پھر اگر تنبیہ کے بعد وہ اہلیت فتویٰ حاصل کر لے تو اسے سزا نہ دی جائے
>
> اور اگر وہ پھر بھی اہلیت حاصل نہ کرے تو اسے فتویٰ دینے سے منع کر دیا جائے۔ (۷۲)

(مزید تفصیلات کے لئے ہماری کتاب مفتی کون فتویٰ کس سے لیں ملاحظہ فرمائیں)

مختصر یہ کہ فتویٰ نویسی ہر کہہ ومہ کا کام نہیں بلکہ یہ انتہائی ذمہ دارانہ منصب ہے مگر اس کا کیا کیا جائے کہ ہمارے ملک میں ہر معاملہ میں افراط وتفریط ہے۔ ایک طرف تو اہلِ علم و دانش قحط الرجال کا رونا

☆ ......ھر کہ دست از جان بشوید......ھر چہ در دل دارد بگوید...... ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

روتے ہیں تو دوسری جانب دین کے بعض بہی خواہ مفتیوں اور ان کے آزادانہ فتاویٰ سے یوروپ کی پریشانی میں پریشان ہیں۔

علماء کرام کو...... بالخصوص اہل علم ودانش کو چاہئے کہ وہ کوئی ایسا نظام قائم کریں جس کے تحت مفتی کا منصب صرف قابل اور اہل لوگوں کے لئے مختص ہو سکے اور ملک میں خود ساختہ مفتیوں کی وجہ سے پھیلی ہوئی مسلکی انارکی کا خاتمہ ممکن ہو۔ تاہم اسٹیٹ کے ذمہ یہ کام کرنے سے افتاء کے ادارے میں انہی خرابیوں کے درآنے کا امکان موجود رہے گا جو ایسے ہی دیگر اداروں کے سرکاری سرپرستی میں جانے سے متاثر ہوئے۔

لہٰذا ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ دارالافتاء کو پابند ریاست ونذرِ سیاست کرنے کی بجائے مفتیان کرام کو ہی یہ معاملہ سونپا جائے کہ وہ دارالافتاء میں مفتیان کرام کے تقرر کے حوالہ سے کوئی ایسا لائحہ عمل تیار کریں جس سے غیر علمی لوگوں کے اس منصب کے استیصال کی صورت پیدا نہ ہو اور نہ ہی علماء کا استحصال کیا جا سکے۔ علماء کی کوئی کونسل اپنے طبقے کے اتائیوں (نیم ملاؤں) کی روک تھام کرے مگر مستند ڈاکٹروں (مفتیوں) کو پریکٹس جاری رکھنے دے۔ گزشتہ دنوں انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں ایک دوروزہ بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی جس کا عنوان تھا فتویٰ: بحیثیت غیر حکومتی قانونی نظام......

(الفتوی کنظام قانونی، غیر حکومی، (Fatwa as a Non-State Legal system)......

اس کانفرنس کے میزبانوں اور بعض غیر ملکی مہمانوں نے فتوی کے حوالہ سے امریکہ ویورپ کے خدشات وتحفظات کا ذکر کیا جبکہ مقررین اور مقالہ نگار حضرات نے اس بات سے اتفاق کیا کہ فتوی کی اہلیت نہ رکھنے والے افراد کا اس منصب کا مدعی ہو جانا تو واقعی ایک المیہ ہے لیکن اس کے سبب منصب افتاء و دارالافتاء کو مطعون کرنا، علماء اعلام، فقہائے عظام اور مفتیان کرام کی توہین کرنا ان کا مذاق اڑانا اور ان کے کارہائے نمایاں کو چند نااہلوں کے سبب خاک میں ملاتے ہوئے فتویٰ کے صدیوں سے قائم غیر سرکاری نظام کو پاکستان میں پابند سرکار کرنا دراصل اس ایجنڈے کی تکمیل ہوگا جو امریکہ کے نیو ورلڈ آرڈر کا حصہ ہے۔

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی کے نائب صدر جناب صاحبزادہ ساجد الرحمٰن صاحب نے مقالات کے آخری سیشن سے خطاب کرتے ہوئے علماءِ کرام کی خدمات کو زبردست خراج عقیدت پیش

☆......نبینی کہ چون گربہ عاجز شود ☆☆☆ برآرد بہ چنگال چشم پلنگ......☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیا اور مفتیان کرام کے اس ادارے، یعنی دار الافتاء نے امت کی جو خدمت کی اس کو دل کھول کر داد دی۔ انہوں نے ان حالات کا ذکر بھی کیا جن میں علماء کرام اور مفتیان عظام نے نہایت عسرت کی زندگی گزاری، مگر بغیر کسی معاوضہ کے دین کی خدمت نہایت جانفشانی سے جاری رکھی۔ ان کی خدمات کا اعتراف ہر دور میں کیا گیا، ان کے مرتب کردہ فتاویٰ آج بھی ہمارے لئے اجتہادی سورسز کا درجہ رکھتے ہیں۔ ہماری یہ دعاء ہے کہ اللہ تبارک وتعالی مسلمانوں کے قدیم آزادادارہ دار الافتاء کو ہر فتنہ وشر سے محفوظ رکھے اور یہ کسی قدغن کا شکار نہ ہو۔ **ولو کرہ الکافرون ومهما کرہ الفاسقون** ......(آمین)

مجلس ادارت مجلّہ فقہ اسلامی نہایت دکھ کے ساتھ یہ اطلاع دیتی ہے کہ اس کے مدیر معاون حضرت علامہ غلام نصیر الدین نصیر صاحب دامت برکاتہم (استاذ جامعہ نعیمیہ لاہور) کے والد گرامی اور تایا محترم یکے بعد دیگرے ماہ نومبر ۲۰۱۲ء میں انتقال فرما گئے **انا للہ وانا الیه راجعون**......

اللہ رب العزت حضرت علامہ کو یہ صدمہ جانکاہ برداشت کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

جناب مجیب احمد کی کتاب

جنوبی ایشیا کے اردو مجموعہ ہائے فتاویٰ

(۱۹......۲۰ویں صدی عیسوی)

☆

ایک تاریخی دستاویز

☆

ناشر: **نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد**

☆ **اعلمه الرماية كل يوم...... فلما اشتد ساعده رماني** ☆

© rasailojaraid.com